ڈاکٹر محمد ساجد خان

کلیاتِ میرؔ مرتبہ مولوی عبدالباری آسیؔ میں متنِ میرؔ کا تحقیقی و تقابلی مطالعہ

نول کشور پریس کا شائع کردہ یہ کلیاتِ میر کا جدید ترین نسخہ تھا جو 1941ء میں مولانا آسی کے نہایت اہم مقدمے، جسے انتقادِ میرؔ میں بلند مقام حاصل ہے، اور فرہنگ سمیت نہایت عمدہ کتابت کے ساتھ طبع ہوا۔ نول کشوری اشاعتوں میں میرؔ کے کلیات کی اس سے بہتر طباعت اور کوئی نہیں ہوئی۔ اپنے وقیع اور مبسوط مقدمے کے آخر میں 'کلیاتِ میرؔ بصورتِ موجودہ' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

> ''کلیاتِ میرؔ کے ایڈیشن متعدد مرتبہ شائع ہو چکے ہیں اور سب سے پہلا چھپا ہوا وہ نسخہ ہے جو کلکتہ فورٹ ولیم سے کاظم علی جوان وغیرہ کی تصحیح و نظرثانی کے بعد غالباً میرؔ صاحب کی زندگی ہی میں شائع ہوگیا تھا، یا شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ یہ نسخہ دوسرے نسخوں سے زیادہ صحیح ہے، مگر ایسا نہیں کہ اِس کو معتمد علیہ سمجھا جائے، اس میں اکثر جگہ قبیح غلطیاں رہ گئی ہیں، یہ نسخہ تصحیح کے وقت ہمارے پیشِ نظر تھا، اس کے علاوہ دوسرا وہ نسخہ جو نول کشور پریس ہی سے 1867ء میں بغیر حاشیہ چھپا تھا۔ اس کے بعد بھی جو اور ایڈیشن یہاں سے چھپے وہ بھی موجود تھے، ان کے علاوہ دو قلمی قدیم نسخے جو مکمل تو نہ تھے

Scanned by CamScanner

لیکن پھر بھی دونوں کو ملا کر بہت سا کام دے سکتے
تھے.........اور اب اُمید ہے کہ یہ کتاب اُن تمام نسخوں
سے بہتر ثابت ہوگی جو اَب تک کلیاتِ میرؔ کے نام سے شائع
ہوئے ہیں۔'' (کلیاتِ میرؔ، مرتبہ آسی، ص58-57)

دیوان اوّل کے آغاز سے قبل مطبع کے مہتمم نے 'گذارش' کے عنوان سے لکھا:

''مجھے فخر ہے کہ سال ہا سال کی محنت اور کاوش کے بعد کلام
افصح الفصحا میر تقی میرؔ بترتیب جدید ناظرین کی خدمت میں
پیش کیا جارہا ہے۔ میرؔ کا کلیات اب تک عام طریقے سے
نہایت لاپرواہی کے ساتھ غلطیوں کی نذر ہوتا رہا ہے لیکن اس
مرتبہ خصوصیت کے ساتھ متعدد قلمی اور سابقہ مطبوعہ نسخوں سے
اس کی تصحیح کا پورا اہتمام کیا گیا جس کو مصورِ درد مولوی
عبدالباری آسی اور جناب مولوی سید جعفر علی صاحب فاضل
دیوبند نے نہایت غور وامعانِ نظر کے ساتھ اصل پر نظر ثانی
کر کے کئی کئی مرتبہ کاپیوں اور پروفوں کو دیکھ کر صحیح کیا اور بعد کو
آسی صاحب نے اس پر فرہنگ اور مقدمہ کا اضافہ فرمایا، اس
میں جو حواشی دیئے گئے ہیں وہ بھی میرؔ کے کلام کے توازن
کے لیے بہت موزوں ہیں........'' (ص68)

آسی کا مرتبہ 'کلیاتِ میرؔ' 1941ء تک ہی سب سے مفید اور قابلِ مطالعہ کلیات نہیں تھا بلکہ آج بھی مطالعۂ شاعریِ میرؔ کے لیے بیش از بیش اِسی نسخے کو پُرکشش سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کے مہتمم اشاعت کا یہ دعویٰ کہ اس نسخے کو بار بار پروف پڑھ کر اغلاط سے بالکل پاک کر دیا ہے، محلِ نظر ہے۔ آسی کے یہاں متن کے ساتھ ساتھ کتابت کی اغلاط خاصی تعداد میں ہیں، توثیق اُن اشعار کو دیکھ کر کی جاسکتی ہے جن کی تفصیل ہم اس مقالے میں آگے چل کر پیش کریں گے۔ علاوہ

Scanned by CamScanner

از یں قطعات کی نشان دہی بہت سے مقامات پر نہیں ہوئی، کچھ ایسے اشعار کو بھی قطعہ درج کیا گیا ہے جو الگ الگ مضمون کے حامل شعر ہیں۔ پھر یہ کہ کم سے کم پانچ غزلوں کی تکرار (تین ردیف الف، ایک ن اور ایک ردیف ی سے) بھی سرزد ہوئی ہے، اُن اشعار کا تو ذکر ہی کیا جو ایک سے زیادہ غزلوں میں شامل ہیں، پھر املا اور پرانی طرزِ کتابت کے پیدا کردہ مسائل ہیں جو متن کی اغلاط کا ایک بڑا سبب بھی ہیں۔ مثلاً یائے معروف و مجہول کا املا اور کفایتِ صفحہ کے لیے لفظوں کو ساتھ ملا کر لکھنے کا رجحان، جس کے بعد غلطی اس درجہ ذور نکل جاتی ہے کہ پھر اصل متن کی بازیافت ناممکن سی ہو جاتی ہے۔ یہ اور اِسی نوع کی اغلاط کی موجودگی میں یہ باور کرنا مشکل ہے کہ آسی صاحب اور مولوی جعفر صاحب نے اِس نسخے کے متن پر اُتنا ہی غور کیا، جتنا متنی تحقیق میں کرنا چاہیے تھا۔ خاص طور پر اِن بزرگوں سے اِس کی توقع اِن کی شعر فہمی، زبان دانی اور سب سے بڑھ کر قدیم اور اصل ماخذات تک اِن کی رسائی کو دیکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کی جاسکتی تھی لیکن یہ توقعات نسخۂ آسی سے پوری نہیں ہوئیں پھر بھی اکبر حیدری کی یہ رائے قدرے سخت ہے: ''آسی نے نسخۂ نول کشوری اور اُس کے بعد کے مطبوعہ نسخوں سے زیادہ تر استفادہ کیا ہے اور بغیر کسی محنت و کاوش کے کلیات کو محض تجارتی اغراض کے لیے شائع کرایا۔'' البتہ اُن کی اِس رائے سے ہم بالکل متفق ہیں کہ ''راقم کی رائے میں نسخۂ آسی کے مقابلے میں نسخۂ کلکتہ (کالج) درست، معتبر اور مستند ہے، آسی نے بہت سے اشعار غلط لکھے ہیں....... '' (نقوش، میر تقی میر نمبر شمارہ 125، اکتوبر 1980ء، ص 153) اس کے علاوہ تدوینِ متن کے لیے آسی کے مرتبہ متن سے استفادہ کرنے والے کو اس بارے میں چوکنا رہنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ آسی کے یہاں متن میں 'اصلاح' دینے اور تصرف کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ کلیات کی حد تک پاک و ہند میں اس نسخے نے مطالعۂ شعرِ میر میں بنیادی خدمت انجام دی ہے۔

اس امر پر حیرت (اور مسرت بھی) کم ہونے میں نہیں آتی کہ میر کے اولین مطبوعہ کلیات (نسخۂ فورٹ ولیم کالج مطبوعہ ۱۸۱۱ء) میں اغلاط کا تناسب آٹے میں نمک کے تناسب ایسا ہے جب کہ بعد کی طباعتوں میں متن کی اغلاط مزید کم ہونے کی بجائے، بڑھتی ہی چلی گئیں۔ اس کا

Scanned by CamScanner

اندازہ لگانے میں مدد ملے گی اگر ہم نسخۂ کالج کے متن کی مدد سے کلیاتِ آسی میں درست کیے گئے مصرعوں اور اشعار پر ایک نگاہ ڈالیں۔ ذیل میں کچھ مثالیں پیش کر کے ہم اس دعویٰ کو ثبوت فراہم کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ ایک قطعے کا تیسرا مصرع آسی کے کلیات میں ص 25 پر اور پھر تتبع میں عبادت اور مجلس کے نسخوں میں بھی یوں ہے' کائے سرکشاں جہاں میں کھنچا تھا یہی تو سر' جب کہ نسخۂ کالج کا متن اس سے کافی بہتر ہے' کائے سرکشاں جہان میں کھینچا تھا ہم بھی سر'، بہتری متن کی مزید کچھ مثالیں ملاحظہ ہوں

ے جن نے سر کھینچا دیارِ عشق میں اے بوالہوس　　　وہ سراپا آرزو آخر جواں مارا گیا

آسی (ص ۳۱)، عبادت اور مجلس تینوں متداول نسخوں میں 'جن نے سر' کی جگہ 'دل نے سر' درج ہوا ہے۔ ان تینوں نسخوں میں ایک اور مصرع یوں درج ہے 'عجب کیا ہے ہلاکِ عشق ہیں فرہاد و مجنوں کے' آسی نے حاشیے میں 'کے' کی جگہ 'کو' رکھنے کی تجویز دی ہے (ص ۳۵)۔ اگر وہ نسخۂ کالج کا متن بغور دیکھتے تو وہاں اس بے معنی مصرع کا بامعنی متن درج ہے، صرف مذکورہ مصرع کے 'ہیں' کی جگہ 'میں' رکھ دیں اور مصرع ثانی کے ساتھ ملا کر پڑھیں 'محبت روگ ہے کوئی کہ کم اُس سے جیا ہوگا'۔ ایک اور شعر آسی کے کلیات میں ص 37 عبادت کے یہاں ص 143 اور مجلس کی کلیاتِ میرؔ جلد اول ص 169 پر یوں درج ملتا ہے

ے فلک کا منہ نہیں اس فتنے کے اُٹھانے کا　　　ستم شریک ترا یار ہے زمانے کا

شعر کا مرتبہ زمین سے آسمان پر جا پہنچتا ہے، اگر ہم نسخۂ کالج کے متن کے مطابق دوسرے مصرع میں لفظ 'یار' کی جگہ 'ناز' رکھ دیں۔ نول کشور دوم، سوم اور آسی کے یہاں مصرع ہے 'دوش ہوا پہ رنگِ گلِ یاسمن گیا' کالج کے متن میں 'گل و یاسمن' ہے جو بہتر ہے۔ ایک مزید غلطی کی نوعیت آسی اور عبادت کے یہاں خاصی دردناک ہے

ے غم رہا، جب تک کہ دم میں دم رہا　　　دم کے جانے کا نہایت غم رہا

نسخۂ کالج کے ساتھ ساتھ طبع دوم، سوم نول کشور میں بھی مصرع ثانی میں 'دم' نہیں، 'دل' ہے۔ ان مرتبین نے نہ سوچا کہ دم کے جانے کے بعد، غم کرنے کا امکان بھی رخصت ہو جاتا ہے۔ نول

Scanned by CamScanner

کشوری تمام نسخوں بشمول آسی (ص 41) کے علاوہ عبادت و مجلس میں شعر درج ہے

دیر میں، میں خاک بہ سر ہی رہا — عمر کو اِس طور بسر کر گیا

صرف نسخۂ کالج میں 'دہر میں' ہے اور یہی مطابقِ مفہومِ شعر درست ہے۔ ایک اور شعر کا متن ایسا ہی ہے کہ سرسری پڑھنے والا غلطی سے آگاہ ہوئے بغیر، اِسی کو درست سمجھے گا جب کہ یہ صریحاً غلط ہے

حالِ بد میں مرے بہ تنگ آ کر — آپ کو سب میں نیک نام کیا

آسی (ص 51) یہی متن طبع دوم، سوم سے مجلس تک سب نے درست سمجھ کر درج کیا ہے حالاں کہ میرؔ کا مصرع صرف نسخۂ کالج میں مندرج ہے 'حالِ بد میں مرے تنگ آ کر'۔ میرؔ کے مرغوب مضمون غیرتِ عشق کا حامل شعر ہے

خانہ خراب میرؔ بھی کتنا غیور تھا — مرتے مُوا پر اُس کے کبھو گھر نہ جا پھرا

'مرتے موا' کا روزمرہ صرف نسخۂ کالج میں درست ہے۔ آسی و مجلس نے 'مرنے موا' اختیار کیا ہے۔ تینوں مروج کلیات میں ایک اور مصرع نہایت بے معنی ہے گو بظاہر غلط دکھائی نہ دے۔ 'بے رنگِ بے ثباتی یہ گلستاں بنایا' کالج کا متن دیکھنے پر یہ بے معنی مصرع با معنی ہے 'لے رنگِ بے ثباتی ۔۔۔' ایک مصرع یوں ہے 'رنجھے تو اُس کے طور پہ مجلس میں شیخ کے' نول کشور دوم، سوم، آسی اور مجلس سب نے یہی درج کیا، کالج کے متن میں 'شیخ جی' ہے اور یہی درست بھی ہے۔ نسخۂ آسی کے ساتھ ساتھ طبع دوم، سوم میں یہ مصرع پچاس مرتبہ پڑھنے پر بھی سمجھ نہیں آتا 'جوشِ غم سے جی جو بولا سو دیوانہ ہوا'۔ صرف نسخۂ کالج میں 'بولا' کی جگہ 'بولایا' ہے۔ جس کے بعد مصرع درست ہوا ہے۔ نسخۂ کالج کا متن نہایت صاف و صریح ہے 'آنکھوں میں اپنی رات کو خوں ناب تھا سو تھا'، نول کشور دوم، سوم، آسی اور عبادت سب نے 'آنکھوں' کی بجائے 'دیکھوں' لکھا ہے جس سے مصرع معنی سے کافی دُور نکل جاتا ہے۔ مذکورہ چاروں نسخوں میں یہ معروف مصرع نہایت اہم غلطی کے ساتھ درج ہے 'وہی ہے رونا، وہی ہے کڑھنا، وہی ہے سوزش جوانی کی سی' نسخۂ کالج میں بجائے 'سوزش'، 'شورش' جو مفہوم شعر کے مطابق نہایت بلیغ ہے۔ اس مصرع میں بھی کالج کا متن ہی لائقِ ترجیح ہے 'جھک کے سلام کسو کو کرنا سجدہ ہی ہو جاتا ہے'۔ طبع دوم، آسی اور عبادت کے یہاں 'جھکے سلام کسی کو کرنا' درج ہے۔ 'نہ منہ کو

پھیرے پھریاں نہ آؤں گا جو جاؤں گا' آسی کے یہاں 'نہ آؤں گا، نہ جاؤں گا' سے معنوی طور پر کالج کا متن 'جو جاؤں گا' تنافر کا حامل ہونے پر بھی بہتر ہے۔ ایک مصرع نسخۂ کالج میں درست متن کا حامل ہے 'بجلی سا وہ چمک گیا، آنکھوں سے پھوئیں پڑنے لگیں'، آسی نے 'پھوئیں' بمعنی پھوار، کی جگہ 'بھویں' اور طبع دوم نے 'بہویں' درج کیا ہے جو درست نہیں۔ اسی طرح یہ مصرع بھی نسخۂ کالج کی مدد سے ہی درست اور بہتر ہوتا ہے۔ 'دل کے خوں ہونے میں ہمارے' یہی طریق ہے ماتم کا، آسی کے یہاں 'دل کے خون ہوئے ہیں ہمارے' درج ہے جس سے شعر کا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ دیوان ششم کی ردیف الف کا شعر نسخۂ کالج کے صفحہ 711 پر یوں ہے

کیا لکھوں مشکل ہوئی تحریرِ حال　　خط کا کاغذ رونے سے نم ہوگیا

آسی کے یہاں 'کیا لکھوں' کی جگہ 'کیا کہوں' درج ہے۔ شعر واضح طور پر 'لکھوں' کا تقاضا کر رہا ہے۔ آسی کے یہاں دو غزلوں کے بعد ہی ایک مصرع ہے 'گرد وغبار و دشت و وادی گریے سے میرے یک سو ہیں' نسخۂ کالج میں 'گرد وغبارِ دشت و وادی۔۔۔' سے متن بہت بہتر ہوتا ہے۔ آسی، عبادت اور مجلس میں مصرع مذکور ہے 'رووں کیا اپنی سادگی پر میر' نسخۂ کالج کا متن 'سادگی کو میر' واضح طور پر میر کا لب ولہجہ دکھائی دیتا ہے۔ دیوان پنجم کی ردیف ب کا ایک شعر ہے

دل کی خرابی کے تُو درپے ہے اے صنم کیوں　　اس خانۂ خدا کی تعمیر ہے مناسب

نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'اے صنم تو' کی مناسبت مصرع ثانی سے بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ نسخۂ کالج کے صفحہ 721 پر مصرع ہے 'پیدا ہے روز، مشرقِ نو کی نمود سے' آسی کے کاتب نے 'زور' درج کیا ہے۔ نسخۂ کالج ص 732 پر ردیف ت دیوان ششم کی غزل کا مطلع ہے

منہ پہ رکھتا ہے وہ نقاب بہت　　ہم سے کرتا ہے اب حجاب بہت

نول کشور دوم ص 434 اور آسی ص 639 پر مصرع ثانی میں 'اب' کی جگہ بھی 'وہ' درج ہے، ظاہر ہے یہ درست نہیں۔ نسخۂ کالج میر کے زیادہ نمائندہ متن کو سامنے لاتا ہے مثلاً 'میر دل آزردہ کو کن نے ستایا ہے عبث' آسی اور مجلس کے یہاں 'کس نے' درج ہوا ہے۔ میر کا ایک نہایت اہم اور معروف شعر جس متن کے ساتھ پڑھا اور لکھا جاتا ہے وہ نول کشوری طباعتوں بشمول آسی

Scanned by CamScanner

(ص257) ہے، یعنی یہ

جیسی عزت مرے دیواں کی امیروں میں ہوئی
ویسی ہی اُن کی بھی ہوگی مرے دیوان کے بیچ

لیکن جب یہی شعر نسخۂ کالج میں دیکھیں تو بہتری متن کی نہایت روشن مثال سامنے آتی ہے، وہاں مصرع اولیٰ ایک آدھ ادنیٰ لفظی تبدیلی سے کچھ کا کچھ ہو گیا ہے 'جیسی عزت مری، دیواں میں امیروں کے ہوئی'۔ آسی کا متن اس مصرع میں بھی بدلا ہوا اور کمزور ہے 'حلقۂ گیسوئے خوباں پہ نہ کر چشم کووا'، اشعارِ میؔر سے شغف رکھنے والے جانتے ہیں کہ اگر 'چشم کووا' کی جگہ 'چشم سیاہ' کا محاورہ (جو یہاں لغوی طور پر بھی پُر لطف ہے) رکھ دیا جائے تو بالکل میؔر کی آواز سماعت میں آئے گی۔ آسی کے یہاں ایک اور غلطی بظاہر معمولی سی ہے کہ 'کیا کہیں ہم کہ گلے ڈالے پھرے مستی میں'، یہاں آسی کے نسخے میں 'پھریں' سے مصرع کا زمانہ ماضی سے حال اور یوں مصرع ثانی سے ربط کمزور پڑتا ہے۔ اسی طرح یہ مصرع 'نازک بہت ہے تو، کہیں افسردگی نہ آئے'، آسی کے ساتھ ساتھ دوم، سوم میں بھی 'ہے' کی جگہ 'ہیں' درج ہے حالاں کہ 'تُو' کے ساتھ 'ہے' کی ہی ضرورت ہے خواہ اِس کی سند نسخۂ کالج سے نہ بھی ملتی ہو۔ کتابت یا تدوین کی ادنیٰ سی فروگذاشت ایک بامعنی شعر کو کس طرح بے معنی بنا دیتی ہے، اس کا اندازہ آسی، عبادت اور مجلس کے نسخوں میں درج اس شعر سے لگائیے

کاغذِ باد کر گیا قاصد ؎ نامۂ میؔر کو اُڑاتا ہے

مصرع ثانی کا مفہوم جب تک نسخۂ کالج میں نہ دیکھا جائے، سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ وہاں ہے 'کاغذِ باد کر گیا قاصد'۔ دیوان اول میں ردیف د کی غزل 'اے گُلِ نو دمیدہ کی مانند ___ تو ہے کس آفریدہ کی مانند'، کی ردیف نسخۂ کالج میں 'کی مانند' ہے، بعد کی اشاعتوں میں ردیف 'کے مانند' درج ہوتی رہی ہے، تاہم ہمارے خیال میں قدامت کی سند کے علاوہ بھی آج کے قاری کے لیے 'کی مانند' زیادہ مانوس لب ولہجہ کا حامل کلمہ قرار پائے گا، ایک اور شعر

؎ لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم
خاک کس دل جلے کی، کی برباد

Scanned by CamScanner

یہ متن نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس کا ہے، اس کے مقابلے میں نسخۂ کالج میں 'کی برباد' کی جگہ 'دی برباد' ہر دو اعتبار سے لائق ترجیح ہے کہ 'کی' کی تکرار کا عیب نکل جاتا ہے اور 'برباد دنیا' محاورہ بھی بکار آتا ہے۔ مروّجہ کلیاتِ میر میں یہ شعر بھی بہت خراب متن کا حامل ہے

؎ اگرچہ گنج بھی ہے پر خرابیاں ہیں بہت — نہ پھر خرابے میں اے میر خانماں برباد

آسی، عبادت اور مجلس نے مصرع اوّل میں 'خرابے یاں ہیں بہت' متن درج کر کے شعر کا خانماں برباد کر دیا ہے۔ اس طرح یاں بھی صاف اور سیدھے متن میں آسی کا نسخۂ خرابی کا ذمہ دار ہوا ہے

؎ یک شب طرف اُس چہرۂ تاباں سے ہوا تھا — پھر چاند نظر ہی نہ چڑھا جی سے اُتر کر

آسی کے یہاں 'کیا شب' درج ہے جب کہ نول کشور طبع سوم میں 'یا شب' بالکل ہی غلط ہے۔ نسخۂ آسی، عبادت اور مجلس میں میر کا ایک شعر یوں ملتا ہے

؎ تھی جملہ تن لطافت عالم میں جاں کے، ہم تو
مٹی میں اَٹ گئے ہیں اِس خاک داں میں آ کر

اس متن کے مطابق شعر معقد ہے کیونکہ 'ہم تو' کا تعلق 'مٹی میں اَٹ گے ہیں' سے قائم ہوتا ہے جب کہ نسخۂ کالج میں درست متن ہے جس کے بعد شعر معقد نہیں رہتا اور دونوں مصرعوں کا مفہوم اپنی اپنی جگہ نحوی طور پر مکمل ہو جاتا ہے وہاں مصرع ہے 'تھی جملہ تن لطافت، عالم میں جاں کے ہم کو'۔ بہتری متن کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو

؎ یاں میر ہم تو پہنچ گئے مرگ کے قریب — واں دلبروں کو ہے وہی قصدِ جفا ہنوز

آسی کے یہاں مصرع اول کا متن یوں ہے 'یاں میر ہم پہنچ ہی گئے مرگ کے قریب' شعر کے مضمون و مفہوم کے مطابق متن نسخۂ کالج کا ہے، اس لیے آسی کے یہاں 'ہی' بجائے 'تو' کو غلطی قرار دیا جائے گا۔ ردیف ل، دیون سوم کی اولین غزل کا ایک خوب صورت شعر ہے

؎ سویا نہ وہ بدن کی نزاکت سے ساری رات — بستر پہ اُس کے خواب کے کن نے بچھائے گل

آسی کے یہاں مصرع اول یوں ہے 'سویا نہ ہو۔۔۔' صاف ظاہر اس 'ہو' کے بعد مصرع نا قابلِ فہم نہیں تو ناکارہ ضرور ہو جاتا ہے۔ نسخۂ آسی اور مجلس میں درج ایک شعر دیکھیے

Scanned by CamScanner

؎ کچھ پاس نہیں یاری کا ان خوش پسروں کو اس دشمن جانی سے عبث یار ہوئے ہم
دونوں مصرعوں میں عدم مناسبت سے بڑھ کر شتر گربگی کا عالم ہے جب کہ کالج کی اشاعت میں دوسرا مصرع بالکل درست مفہوم کا حامل یوں ہے 'اِن دشمن جاں ہا سے عبث یار ہوئے ہم'۔ ایک اور شعر نسخۂ کالج کی مدد سے ہی درست سمجھا جا سکتا ہے

؎ دل اب تو ہم سے ہے بدباز اگر رہے جیتے کسو سے ہم بھی دلی پھر معاملا نہ کریں
آسی اور مجلس کے نسخوں میں 'بدباز' کی جگہ 'بدیار' درج ہے جس کے بعد مصرع اول سے معنی برآمد کرنے میں تکلف کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح تینوں نول کشوری نسخوں میں اس مصرع میں 'گو' کی جگہ 'گو' درج ہوا اور شعر کا مفہوم ہمیشہ کے لیے خبط ہو کر رہ گیا۔ 'گو دماغ و جگر، کہاں وہ قلب'۔ ایک شعر نسخۂ کالج میں یوں درج ہے

؎ کچھ چال میرؔ جی کی آتی نہیں سمجھ میں ہم بھی سلوک اُن سے اب کم کیا کریں گے
آسی کے یہاں مصرع اوّل یوں ہے 'کچھ حال میرؔ جی کے آتے نہیں سمجھ میں'۔ نسخۂ آسی میں مصرع ہے 'رساتے ہو، آتے ہو اہلِ ہوس میں'، جب کہ کالج کا متن بہتر اور رواں ہے 'رساتے ہی آتے ہو اہل ہوس میں'، اسی غزل کا ایک مصرع آسی کے یہاں یوں ہے 'تنِ زار لاغر میں ظاہر رگیں ہیں'، کالج کا متن 'تنِ زرد و لاغر۔۔۔' اس لیے بہتر ہے کہ یہاں دو الگ الگ لفظ ہیں جن میں سے ایک کا تعلق رنگت سے تو دوسرے کا جسامت سے ہے جب کہ آسی کے یہاں 'زار لاغر' ایک ہی لفظ ہے یعنی باہم مترادف ہیں۔ میرؔ کے نادر الفاظ و تراکیب کا سب سے بہتر امین بھی نسخۂ کالج ہے مثال کے طور پر 'کلک حسپ' ایک ایسا ہی لفظ ہے، اِس سے مراد ایسا نادار و بے خانماں شخص جو سردی کی راتیں عالم بے سروسامانی میں محض آگ جلا کر گزارتا ہو

؎ کہ خوف کلک حسپ کی جو سرخ ہیں آنکھیں جلتے ہیں تر و خشک بھی مسکیں کے غضب میں
نول کشور دوم میں سہو کاتب نے اِسے 'کلک خشت' بنایا، آسی صاحب نے اِسے بے معنی پایا تو اپنے متن میں '(ص 586) گلِ خشت' اختراع فرمایا اور اِس کا اتباع عبادت اور مجلس کے نسخوں میں ہوا۔ ایک اور مصرع نسخۂ کالج میں یوں ہے 'جی کھپے جاتے ہیں دل اپنے دَلے جاتے ہیں' طبع دوم

Scanned by CamScanner

میں 'دلے' کی جگہ 'دیئے' لکھا گیا تو آسی نے اسے 'دیے' کر کے گویا تصحیحِ متن کر دی۔ طبع دوم، سوم اور آسی و عبادت میں اس مصرع کے متن پر ہزار غور و فکر کریں۔ تکلفاً بھی معنی بر آمد نہیں ہوتے 'صد چشمِ داغ و آہیں دل پر مرے، میں وہ ہوں'۔ اب نسخۂ کالج میں درست متن کی صورت ملاحظہ ہو

ے صد چشمِ داغ واہیں دل پر مرے، میں وہ ہوں
دکھلا رہا ہے لالہ تُو اپنا داغ کس کو

ایک مصرع کو تینوں نول کشوری نسخوں نے لکھا ہے 'ہیں یہاں مجھ سے وفا پیشہ نہ بیداد کرو' صرف کالج کا متن درست ہے 'ہیں کہاں مجھ سے ۔۔۔' ایک مزید غلطی جو بظاہر دکھائی نہیں دیتی یوں ہے

ے لطفِ شراب ابر سے ہے، سو نصیب دیکھ
جب لیویں جام ہاتھ میں تب آفتاب ہو

آسی نے نہیں معلوم کہاں سے 'دیکھ' کی جگہ 'کو' درجِ مصرع فرمایا۔ میرؔ کا نہایت معروف شعر ردیف و، دیوان سوم کی پہلی غزل میں یوں ہے

ے اب کے بہت ہے شورِ بہاراں ہم کو مت زنجیر کرو
دل کی ہوس ٹک ہم بھی نکالیں، دھومیں ہم کو مچانے دو

مصرع ثانی میں طبع سوم اور آسی نے 'ٹک' کی جگہ 'کچھ' لکھا ہے۔ 'زخموں پہ اپنے لون چھڑکتے رہا کرو' صرف نسخۂ کالج میں 'لون' درست اور فصیح ہے، ورنہ سبھی نے 'نون' درج کر رکھا ہے۔ ایک اور شعر صرف کالج کے نادر و نایاب متن کی مدد سے درست ہوا ہے

ے باغِ نظر ہے چشم کے منظر کا سب جہاں
ٹک ٹھہرو یاں تو جانو کہ کیسا دکھاؤ ہے

مصرع اوّل میں 'جہاں' کی جگہ 'یہاں' اور ثانی میں 'جانو' کے بدلے 'جاتو' سبھی نے درج کیا ہے۔ مزید مثال

ے مرنے پر بیٹھے ہیں سنو صاحب
بندے ہیں اپنے جی چلانے کے

'جی چلانا' میرؔ کا مرغوب محاورہ ہے، سبھی مرّوجہ متون میں یہاں اور دیگر بہت سے مقامات پر 'جی جلانا' درج کرتے رہے ہیں۔ انہی مرّوجہ نسخوں کے درست متن کی مزید مثال دیکھیے

ے سر مار مار بیٹھے تلف جی ہو کب تلک
ٹک اُٹھ کے اپنے نصیبوں کو بھی آزمایئے

قاری اس متن پر ہی قناعت کرے گا، البتہ اگر اُس کے سامنے نسخۂ کالج کا مصرع اولیٰ ہو تو پھر فرق

Scanned by CamScanner

صاف ظاہر ہو جائے گا۔ 'سر مار مار بیٹھے تلف ہو جئے کب تک'۔ نسخۂ کالج ص 531 اور نول کشور دوم، سوم ص 322 پر مصرع یوں ہے 'چین دن کو ہے نہ شب کو خواب ٹک' آسی کے کلیات ص 450 پر خواب کی جگہ 'نیند' درج ہوا ہے۔ 'دل کی لگی حیران ہوں صاحب، کس ڈھب مل کے بجھاؤ گے'۔ نول کشور دوم میں 'حیران ہو صاحب' آسی کے نسخے میں 'حیران ہیں صاحب' جب کہ 'ہوں' سب سے بہتر ہے اور یہ متن نسخۂ کالج کا ہے۔ 'عشق ہے بادِ صرصر گویاں اُن کی خاک اُڑانے سے' طبع دوم میں لفظ 'گویا' اور آسی کے متن میں 'گویاں' کو اگر مصرع میں 'کویاں' کی جگہ رکھ دیں تو پھر اِس نہایت معمولی غلطی سے مصرع بے گانۂ معنی ہو جاتا ہے۔ آسی کے متن نے اس مصرع کا مفہوم بالکل الٹ کرر کھ دیا ہے۔ 'پائیزئ چمن میں کیا کیا بہار ٹوٹی' اب نسخۂ کالج میں درست مصرع ملاحظہ ہو، 'پائیز نے چمن میں کیا کیا بہار لوٹی'۔ کلیات آسی ص 13 پر شعر درج ہے

؎ دیکھا ہے صید گہہ میں ترے صید کا جگر با آنکہ چھن رہا تھا پہ ذوق خدنگ تھا

آسی کے یہاں 'پہ' کی بجائے 'یہ' درج ہے، یہ بھی با معنی ہے لیکن 'با آنکہ' کے ساتھ 'پہ' زیادہ مناسب ہے جو نول کشور دوم، سوم کا متن ہے۔ دیوان اول کی تیسری ہی غزل کا مصرع ہے 'سیر کر تو بھی یہ مجموعہ پریشانی کا' آسی نے اصلاح تجویز کی ہے، فی زمانہ اس کو یوں کہا جائے گا 'دیکھ لے تو بھی یہ مجموعہ پریشانی کا' اس نوعیت کے حواشی سے یہ اندازہ قائم کرنے میں مدد ملتی ہے کہ آسی کے یہاں متن میں تصرف کرنے اور اصلاح دینے کا رجحان پایا جا سکتا ہے۔ ایک شعر جو نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم یعنی آسی کے ماخذات ہیں، اِس متن کا حامل ہے

؎ آنے میں اُس کے حال ہوا جائے ہے تغیر کیا حال ہو گا پاس سے جب یار جائے گا

آسی نے ترمیم کی اور 'آنے میں' کو 'آئے بن' سے بدل دیا۔ بظاہر آسی کا متن بہتر بھی دکھائی دیتا ہے، لیکن قدرے تامّل کے بعد میرؔ کے متن کی درستگی اور اصابت کا اندازہ ہوتا ہے اور آسی کا متن اُن کا اپنا ساختہ دکھائی دیتا ہے۔ آسی کے متن میں بہت سی جگہوں پر زیر کسرہ اور ضم (پیش) کی علامات غلط درج ہونے کی وجہ سے مفہومِ شعر تک رسائی میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر

Scanned by CamScanner

کہاں سے تہہ کریں پیدا یہ ناظمانِ حال　　　　کہ پوچ بافی ہی ہے کام اِن جلاہوں کا

آسی اور عبادت کے یہاں مصرع ثانی میں 'اِن' کی جگہ بہ صراحت ضم 'اُن' درج ہے جب کہ مصرع اول میں 'یہ ناظمانِ حال' کے بعد مصرع میں 'اِن' ہونا چاہیے، کتابت کی غلطیوں سے بھی نسخۂ آسی بہت مبرا نہیں ہے۔ مثلاً 'موا میں سجدے میں پر نقش میرا بار رہا'، یہاں 'بار' کی جگہ آسی اور عبادت نے 'یار' درج کیا ہے جب کہ نسخۂ کالج کے علاوہ نول کشور دوم، سوم ص 30 پر 'بار' درست ہے۔

دیوان اوّل کی ردیف الف میں میرؔ نے ایک سہ غزلہ کہا، پہلی غزل کا مطلع ہے

جیتے جی کوچۂ دلدار سے جایا نہ گیا　　　　اُس کی دیوار کا سر سے مرے سایا نہ گیا

آسی اور عبادت کے نسخوں میں پہلی دونوں غزلوں کے مقطوں کو اگلی غزل کا مطلع قرار دے کر درج کیا حالاں کہ یہ ہیئت کے اعتبار سے مطالع نہیں اور ان میں کچھ اور بھی موزوں کرنے کی تمنا کا اظہار ہوا ہے۔ 'دس دن رہے جہان میں ہم، سور ہادہا' آسی کی کلیات میں 'دہادہا' چھپا ہے جب کہ قدیم نسخوں میں متن درست ہے۔ اسی طرح ایک اور مصرع ہے 'کوئی رہتا ہے جیتے جی ترے کوچے کے آنے سے' آسی کا متن غلط ہے 'جیتے جی' کی جگہ 'جی بے جی' کتابت ہوا ہے۔ آسی کے یہاں طبع سوم (نول کشور) کی اغلاط زیادہ تر پائی گئی ہیں، اس سے یہ گمان تقویت پاتا ہے کہ آسی نے اپنے متن کی بنیاد نسخۂ کالج یا طبع دوم کی بجائے طبع سوم پر رکھی ہے۔ مثلاً یہ خوب صورت مطلع

آہ کے تئیں دلِ حیران و خفا کو سونپا　　　　میں نے یہ غنچۂ تصویر صبا کو سونپا

طبع سوم اور آسی کے یہاں 'آہ کی میں' درج ہے اس متن کے ساتھ مفہوم شعر سمجھنا ممکن نہیں رہتا۔ ردیف الف دیوان اوّل میں ہی نسخۂ آسی و عبادت کی ایک اور غلطی دیکھیے 'سو چھاتی کے زخموں نے کی دیر مزار کھا'۔ یہ مصرع بے معنی ہے، نسخۂ کالج میں 'کی' کے بجائے 'کل' ہے جس کے بعد اس مصرع اور یوں شعر کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ ایک اور سہوِ کتابت نے مصرع نہایت لغو کر دیا ہے، ملاحظہ ہو 'شاید کباب کر کر کھایا کبوتر اس نے'، اگر 'کبوتر اُن نے' بمطابق نسخۂ کالج کر لیا جائے تو بات صاف ہو جاتی ہے۔ دیوان دوم ردیف الف کا ایک شعر ہے

بیچ سے کب کا گیا، اب ذکر کیا　　　　اُس دلِ مرحوم کا، مغفور کا

Scanned by CamScanner

آسی اور بے بصارت تقلید کے سبب عبادت کے یہاں 'اب ذکر کیا' کی جگہ 'اب ذکرِلب' طباعت ہوا ہے حالاں کہ نسخۂ کالج کے علاوہ دوم، سوم (ماخذات آسی) میں متن بالکل درست مندرج ہے۔ دیوان دوم، ردیف الف کی غزل کا مطلع نول کشوری تمام اشاعتوں بشمول آسی (وعبادت) یوں درج ہوا ہے

؎ اُس کام و جان و دل سے جو کوئی جدا ہوا　　دیکھا پھر اُس کو خاک میں ہم نے ملا ہوا

'اُس کام و جان و دل' بے معنی بھی ہے اور نادرست بھی۔ اس دیوان میں پچیس غزلوں کے بعد ایک اور غزل کا مطلع ہے

؎ اُس کام جان و دل نے عالم کا جان مارا　　زلفوں کی درہمی نے برہم جہان مارا

یہاں متن درست درج کیا ہے۔ لہٰذا بہتر ہوتا اگر آسی و مقلدین میرؔ کے اپنے درست متن کی سند پر مطلع اوّل بھی درست کر لیتے۔ آسی کی مرتبہ کلیاتِ میرؔ ص228، عبادت ص375 پر یہ شعر گمراہ کن غلطی کا حامل ہے۔

؎ ہم نہ جانا اختلاط اُس طفلِ بازی کوش کا　　گرم بارے آ گیا تو ہم کو بھی بہلا گیا

نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم کی مدد سے 'گرم بارے' کی جگہ 'گرم بازی' کا درست متن اختیار کر کے، میرؔ کے شعر کو میر کا ہی شعر بنایا ہے۔ اسی طرح ایک مصرع ہے 'جوں حسن ہے اک فتنہ گر، توں عشق بھی ہے پردہ در'، 'توں' کی جگہ آسی و مقلدین نے 'تو' درج کیا، طبع سوم کے علاوہ مصرع میں 'جوں' کی موجودگی 'توں' کے حق میں کافی دلیل ہے۔ اسی طرح یہ مصرع بھی طبع دوم، سوم کی مدد سے درست ہوتا ہے، 'یعنی لو ہاتھا کڑا تیغِ ستم کا کر گیا' آسی کے یہاں 'کر' گیا سے مصرع بے گانۂ معنی رہتا ہے۔ اگلی ہی غزل کے ایک مصرع میں کاتبِ نسخۂ آسی نے مصرع یوں درج کیا، 'ظالم نگاہِ چشم اِدھر کی، غضب کیا' ص238، عبادت ص387، واضح ہے کہ یہاں 'نگاہِ خشم' درکار ہے، میرؔ نے ایک مصرع میں جی کی جمع 'جیوں' تحریر کی، آسی نے اسے بہ اعلانِ نون 'جیون' درج کیا۔ 'کیا ظلم کیا بے جا، مارا جیون سے اُن نے' قاری اِس لفظ کو جیون (بمعنی زندگی، حیات) پڑھنے اور سمجھنے پر مجبور ہو گا۔ ایک اور غلط مصرع ملاحظہ ہو 'میرؔ کا صحبت میں اُس کے حرف سر کر رہ گیا' مصرع کی

Scanned by CamScanner

درست شکل یوں ہے 'میر کل صحبت میں اُس کی حرف سر کر رہ گیا'۔ 'ہم میر یوں نہ مرتے اُس پر جو دل نہ چلتا' آسی کے یہاں 'چتنا' کی جگہ 'جلتا' درج ہوا جب کہ یہ قافیہ نہ صرف یہ کہ اس غزل کے دوسرے شعر میں بندھ چکا ہے، بلکہ یہاں 'دل چلنا' کے محاوراتی معنی ہی درکار ہیں۔ کلیات میر مرتبہ آسی کے صفحہ 460 پر یہ مقطع سمجھ میں آکر نہیں دیتا۔

تھا میر تو ایسا بھی دل جیسے اُٹھا جاتا   وسواس نہ کرتا تھا مر جانے سے ہجراں میں

یہاں 'جیسے' کی جگہ 'جی سے'، مجلس کی جلد سوم ص ۲۴۹ کے مطابق بہتر ہے۔ ایک اور شعر، تینوں مروّج نسخوں میں غلط اور بے گانۂ معنی متن کا حامل ہے۔

یہ اندیشہ ہر رات ، ہر دم رہا   سحر جلوہ کیوں کر رہے ، گل ہو گیا

مصرع اوّل کی درست اور بامعانی صورت نسخۂ کالج اور طبع دوم میں یوں ہے 'سحر جلوہ کیونکر کرے، گل ہو گیا' اسی طرح یہ مصرع بھی قیامت تک سمجھ نہیں آتا نسخۂ آسی ص 465 اوصافِ بوئے شعر سے اُلجھاؤ پڑ گیا، درست مصرع یوں ہے 'اوصافِ مُو کے شعر سے۔۔۔' اس غزل کے مقطع کا مصرع اوّل بھی آسی و عبادت کے نسخوں میں غلط درج ہوا ہے، 'شرماوے سرو، ہووے اگر آدمی روش' نسخۂ زیر بحث اور عبادت میں کتابت کا سہو یوں ہے 'شرمائے سرو ہووے اگر آدمی روش'۔ دیوان چہارم میں ایک مصرع 'ہی' کے زائد اندراج سے ناموزوں ہو گیا ہے، 'ہم جو فقیر ہوئے تو ہم نے، پہلے ہی ترک سوال کیا' اس مصرع میں 'ہی' غیر ضروری طور پر شاملِ متن کیا گیا ہے۔ آسی نے اپنی کلیات کے آخر میں میر کے چند الفاظ کی فرہنگ بھی فراہم کی ہے۔ یہ لغت میر کے کلام میں شامل حل طلب الفاظ کے دس فی صد کا بھی احاطہ نہیں کرتی اور پھر یہ کہ اس فرہنگ میں درج تمام معنی پر اعتماد بھی نہیں کیا جا سکتا، مثال کے طور پر دیوان چہارم کا ایک شعر ہے

سر ہی سے سر واہ یہ سب ہے، ہجر کی اُس کی کلفت میں

سر کو کاٹ کے ہاتھ پہ رکھے ، آپھی ملنے جاؤں گا

آسی نے 'سرواہ' کے معنی 'سر درد' درج فرمائے ہیں ہماری تحقیق کے مطابق 'سرواہ' کا لفظ کسی لغت میں درج نہیں، البتہ 'سر سے سرواہا ہے' کی صورت میں کہاوت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ سر کے ساتھ

Scanned by CamScanner

پگڑی ہوتی ہے، سردار کے ساتھ فوج ہوتی ہے، ہمارے نزدیک میر نے اسی کہاوت سے اپنے شعر کا مضمون تعمیر کیا ہے۔ لہٰذا 'سرواہ' کو الفاظ قرار دے کر اس کے معنی 'سردرد' آسی صاحب کی اپنی اختراع دکھائی دیتی ہے۔ ایک مصرع ہے 'عشق کا اُس پُر کار کے میں نے لوگوں میں اقرار کیا' آسی وعبادت کے نسخوں میں 'اقرار' کی جگہ 'اصرار' درج ہے جو ظاہر ہے غلط ہے۔ ایک اور مصرع آسی کے کلیات میں یوں مندرج دکھائی دیا 'چاہت کیا اظہار کیا، سو اپنا کام خراب ہوا' حالاں کہ طبع دوم میں 'چاہت کا اظہار کیا۔۔۔' بالکل درست متن ہے۔ دیوان پنجم کی ایک غزل میں یہ مصرع آسی ص 532، عبادت (739 پر یوں درج ہوا ہے 'میل دلی اُس خود سر سے ہے جو پایا ہے خدائی کا' نسخۂ کالج اور طبع دوم میں اگر 'پایا' کی جگہ 'مایا' درج نہ ہو تو مفہوم شعر سمجھ میں نہیں آتا۔ زیر، زبر، پیش کی اغلاط بھی شعر کی تفہیم میں سدِ راہ بن جاتی ہیں۔ مثلاً

ے منہ اپنا کبھو وہ اِدھر کر رہے گا   ہمیں عشق ہے تو اثر کر رہے گا

مصرع اول کو تینوں متداول نسخوں نے 'اُدھر' کے ساتھ درج کیا جب کہ محل 'اِدھر' کا ہے۔ ایک اور مصرع میں 'تو' کی جگہ طبع دوم اور آسی وعبادت نے 'تھا' درج کیا جو نادرست ہے۔ مصرع درست یوں ہے 'بہت کیا تو پتھر میں سوراخ کیے ہیں درفشوں نے'۔ اس شعر کا متن نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق ہے

ے وے میرِ اثر جو شورشِ دل میں تھے ہیں کہاں   نالے کیے بہت سے جرس نے تو کیا ہوا

آسی وعبادت نے 'شورش' کی بجائے 'سوزش' درج کیا ہے، ہم نے قدامتِ متن کو یہاں فوقیت دی ہے۔ یہ مصرع بھی سہو کتابت سے بے معنویت کا حامل ہوا، 'رکھے تھا ہاتھ میں سر رشتہ جہت سینے کا' کالج کی اشاعت میں 'جہت' کی جگہ 'بہت' ہے جو درست بھی ہے۔ ذیل کے مصرع پر جس قدر چاہے غور و فکر کریں، معنی کا سر رشتہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ 'بزم کی عیش شب کا یاں دن ہوتے ہی یہ رنگ ہوا'، درست متن نسخۂ کالج اور طبع دوم میں یوں ہے 'بزمِ عیش کی شب کا یاں۔۔۔' درج ذیل شعر میں غلطی کی نوعیت سہو کتابت کی نہیں، ممکن ہے آسی نے حسب عادت مصرع بہتر بنانے کی سعی کی ہو۔

ے دروازے پر کھڑا ہوں کئی دن سے یار کے   حیرت نے عشق کی مجھے دیوار کر دیا

Scanned by CamScanner

نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'عشق' کی بجائے 'حسن' ہے اور مضامینِ غزل کی روایت کے مطابق بھی 'حسن' ہی درست ہے۔ دیوان ششم کی غزل میں ایک مصرع آسی کے مرتبہ کلیات میں یوں درج ہے 'نوبت سے ہر کوئی نئی نوبت بجا گیا' ہمارے نزدیک نسخۂ کالج کا متن بہتر ہے 'نوبت سے اپنی ہر کوئی نوبت بجا گیا'۔ دیوان دوم کا شعر ہے

جن و مَلک ، زمین و فلک سب نکل گئے ~ بارِ گرانِ عشق و دلِ ناتواں ہے اب

اس خوب صورت شعر کے مصرع ثانی کو 'بارگران وعشق و دلِ ناتواں ــ' لکھ کر یعنی محض واو زائد درج کرکے ، بے معنی کردیا ہے۔ نسخۂ آسی بظاہر جدید اندازِ کتابت و طباعت کا نمونہ (1941ء کے اعتبار سے) کہلاتا ہے، لیکن یہاں بھی یائے معروف کو یائے مجہول کی طرح کتابت کرنے سے آج کے قاری کے لیے بہت سی مشکلات جنم لیتی ہیں۔ مثلاً یہ شعر

نالاں ہوئی کہ یاد ہمیں سب کو دے گئی ~ گلشن میں عندلیب ہماری زباں ہے اب

نسخۂ آسی اور بے مغز تقلیدِ محض میں عبادت کے یہاں بھی مصرع اولیٰ یوں درج ہے 'نالاں ہوئے کہ یاد ہمیں سب کو دے گئے'۔ زائد لفظ سے مصرع ناموزوں کرنے کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو 'زبانِ خامہ کے ملتے ہزاروں اشک گرتے ہیں' آسی کے یہاں ملتے ہی ہزاروں' درج ہوا ہے۔ ایک اور شعر دیکھئے

شب روؤں ہوں ایسا کہ جدھر یار کا گھر ہے ~ جاتا ہے گلے چھاتی تک اودھر کو اُتر آب

نسخۂ آسی میں مصرع اول میں 'گھر ہے' کو 'گھر تھا' اور مصرع ثانی میں 'جاتا ہے' کی بجائے 'جاتا ہوں' درج ہے، دونوں غلطیاں ہیں اور دُور کرنے کے بعد ہی شعر کا متن قابلِ فہم ہو سکا ہے۔ مرتب اور تدوین کار کی شعر فہمی پر اعتماد برقرار رہنا بنیادی شرط ہے ورنہ اغلاط کا حامل تو ہر نسخہ کم و بیش ہوتا ہی ہے۔ آسی کے یہاں بھی کبھی کبھار ایسی 'حاشیہ آرائی' ملتی ہے کہ دیکھ کر اُن کی شعر فہمی پر سے ایمان اُٹھنے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر اس خوب صورت شعر کو دیکھیے

لیتی ہے ہوا رنگ سراپا سے تمہارے ~ معلوم نہیں ہوتے ہو گلزار میں صاحب

آسی نے حاشیے میں 'معلوم نہیں' کو 'معلوم ہمیں' سے بدلنے کی تجویز دی ہے۔ اس تجویز پر اگر عمل ہو

Scanned by CamScanner

تو لاکھ کا شعر خاک ہو کر رہ جائے! آسی صاحب کے کاتب نے یائے معروف و مجہول کی کتابت میں کسی ایک انداز کو نہیں اپنایا۔ اس سے بے شمار تسامحات جنم لے سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک غزل کے مطلع اور دوسرے شعر کے مصرع ہائے ثانی کچھ اس طرح سے ہیں

ع زندگانی ہے دردِ سر ہے اب ع بے دماغی ہی بیشتر ہے اب

پہلے مصرع میں 'زندگانی ہی' مطلوب ہے اور یہی کاتب آسی کی مراد بھی ہے لیکن اگلے ہی شعر کے دوسرے مصرع میں 'ہی' مطلوب ہے اور 'ہی' ہی درج بھی ہے۔ اگلی ہی غزل میں کتابت کے سہو کے سبب مصرع یوں درج ہوا 'اُس کے بالوں بھی بل کھایا ہے اب' 'بالوں' کے بعد 'نے' یہاں درج نہیں ('کلیاتِ میر' ص 471)۔ اسی طرح اگلے ہی صفحے 472 پر 'گرد و پیش' کی بجائے مصرع یوں درج ہے 'گرو پیش اُس دشمنِ احباب کے لشکر ہے اب'۔ ایک اور مصرع کا متن نسخۂ کالج اور شمس الرحمٰن فاروقی کی مدد و سند سے بہتر ہوا۔ 'جب سے بنائے صبح ہستی دودم پر یاں ٹھہرائی' آسی کے یہاں آخری لفظ 'ٹھہرائی' کی جگہ 'ٹھہرا ہے' درج ہے جو اس لیے بھی مناسب نہیں کہ 'بنائے ہستی' کو میر نے مذکر نہیں باندھا ہوگا۔ دیوان سوم، ردیف ت کا ایک شعر دیکھیے

ے کسو کے بسترِ سنجاب و قصر سے کیا کام ہماری گور کے بھی ڈھیر میں مکاں ہے میت

آسی کے یہاں 'بستر و سنجاب و قصر' درست نہیں، دوسرے مصرع میں آسی نے تو 'گور کی بھی ڈھیر' لکھا، مجلس نے بھی 'کی' ہی درج کیا ہے۔ دیوان سوم ردیف ٹ کی ایک غزل کا قافیہ آسی اور پیروی میں عبادت و مجلس نے یوں درج کیا ہے 'دل کے اُلجھنے سے ہے یہ عاشقوں کی پھٹ پٹ' حالاں کہ یہ غلط ہے درست لفظ 'پھپّٹ' ہے جو میر نے ایک سے زائد مرتبہ طولِ بیانی اور بسیار گوئی کے معنی میں برتا ہے۔ مثلاً

ے اک بات کا بھی لوگوں میں پھپّٹ اُسے کرنا ہم ہیں گے بہت میر کے بُستار سے ناخوش

اس سے اگلے ہی شعر میں 'تھا' کی جگہ 'ہے' درج کر کے دونوں مصرعوں میں عدم مناسبت پیدا کر دی ہے۔ شعر ہے

ے مردے نہ تھے ہم ایسے، دریا پہ جب تھا تکیہ اس گھاٹ گاہ ڈوبے گھہ رہنے لگا تھا جمگھٹ

Scanned by CamScanner

مصرع ثانی میں 'تھا' کی سند نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم سے دستیاب ہے۔ ایک اور مصرع دیوان چہارم سے ملاحظہ ہو۔ 'یوں ہی نکو رُو دلبر اپنا ہم سے ہوا ہے بدبر آج'، آسی کے صفحہ 476 اور مجلس کے متن میں 'بدتر' درج ہوا اور 'نکو رُو' کو 'نکورو' درج کر کے مصرع کو چیستان بنا دیا ہے۔ دیوان دوم ردیف چ کی تیسری غزل کے مطلع کا مصرع اوّل ہے 'دل کھو گیا ہوں میں یہیں دیوانہ پن کے بیچ' آسی نے طبع دوم، سوم کے تتبع میں 'یہیں' کی جگہ 'نہیں' درجِ متن کیا، جس کے بعد مصرع بے معنی ہو گیا ہے۔ ایک اور شعر دیکھیے

ایک کو اندیشۂ کار، ایک کو ہے فکرِ یار
لگ رہے ہیں لوگ سب چلنے کی تیاری کے بیچ

آسی کے مرتبہ کلیات ص 477 پر 'سب' کی کتابت 'شب' ہوئی ہے، 'پشتِ چشم نازک کرنا' میر نے اس فارسی محاورے کو 'ناز و انداز دکھانا' کے معنی میں دیوان اوّل کی ردیف ت کے ایک قطعے میں بھی برتا ہے، ذیل کے شعر میں بھی یہی نادر محاورہ نظم ہوا ہے

دل نہ ایسا کر کہ پشتِ چشم وہ نازک کرے
سو بلائیں ہیں یہاں اُن ابروؤں کے خم کے بیچ

نسخۂ کالج ص 725 پر بھی یہ شعر اسی متن کے ساتھ ہے لیکن آسی اور مجلس کے مرتب نے اس محاورے سے عدم واقفیت کا مظاہرہ کیا جب مصرع اول کے متن میں 'پشت و چشم' درج کیا۔ نول کشور دوم کے کاتب نے ص 436 پر اس مصرع کے ساتھ خوب اجتہاد فرمایا وہاں متن ہے 'دل نہ ایسا چشم کر کہ پشت وہ نازک کرے'۔ دیوان اول ردیف ح کی اولین غزل کا آغاز ہی نسخۂ آسی میں غلطی سے ہوا ہے 'ہونے لگا گزارِ غمِ یار بے طرح'، آسی کے یہاں 'گداز' ہے جب کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'گزار' ہے جو یہاں بہتر بھی ہے۔ اِسی ردیف میں دیوان چہارم کی پہلی غزل کے مطلع کا مصرع اولیٰ ہی آسی اور مجلس دونوں نے غلط درج کیا ہے۔ 'کیا بیان کسو سے کریں اپنی بانکی طرح' یہ بھی ساتھ ملا کر لکھنے کی روش کا پیدا کردہ تسامح ہے، نول کشور دوم میں 'اپنے یاں کی طرح' کے بعد شعر کے معنی سمجھ آتے ہیں۔ میر کا ایک دلچسپ شعر دیوان سوم سے یوں ہے

مرد و زن سب ہیں نہ پیر و دَیر و ذحتِ تاک سے
یہ غلط فہمی ہے ہر زن، زن ہے یا ہر مرد، مرد

نول کشور دوم، سوم کے تتبع میں آسی کے یہاں بھی 'پیر و دَیر و ذحتِ تاک' درج ہوئے جب کہ اِس

Scanned by CamScanner

واوٴ عاطفہ کے بعد مصرع اُلجھ جاتا ہے۔ایک شعر دیوان اوّل کا یوں درج ہے

؎ کیا کیا نیاز طینت اے ناز پیشہ تجھ میں   مرتے ہیں خاکِ رہ سے گوڑے رگڑ رگڑ کر

نسخۂ کالج کے علاوہ ماخذات آسی طبع دوم، سوم میں بھی 'تجھ بن' درست درج ہے، اس نوع کی اغلاط کاتبوں کی عجلتِ نگاہ کے سبب پیدا ہوتی ہیں، جن کا واحد علاج بار بار پروف دیکھنے کی صورت میں ہوسکتا ہے۔آسی اور آسی کے ناشر نے بار بار پروف دیکھنے کی یقین دہانی تو بہت کرائی ہے لیکن اغلاط کی موجودگی اُن کے دعویٰ کی نفی کرتی ہے۔اگلی ہی غزل میں مصرع ہے 'ہم اپنی آنکھوں کب تک یہ رنگِ عشق دیکھیں'، آسی کے یہاں 'آنکھیں' درج ہے، جس کا نہ یہاں موقع ہے اور یوں بھی نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'آنکھوں' کی سند موجود ہے، میرؔ کا ایک نہایت رَچے ہوئے ٹھٹھول کا حامل شعر ہے

؎ آخر عدم سے کچھ بھی نہ اکھڑا مرا میاں   مجھ کو تھا دستِ غیب پکڑ لی تری کمر

آسی اور مقلدین آسی (عبادت و فائق) کے یہاں 'پکڑنی' درج ہے، جس کے بعد مصرع سمجھ میں نہیں آتا۔

؎ پشتِ پا ماری بس کہ دنیا پر   زخم پڑ پڑ گیا مرے پا پر

آسی کے کاتب نے مصرع ثانی یوں درج کیا 'زخم پا پڑ گیا مرے پا پڑ'۔ایک اور شعر آسی کے یہاں خرابیِ متن کے سبب 'غارت' ہوا ہے

؎ ٹکڑے جگر کے میرے مت چشمِ کم سے دیکھو   کاڑھے ہیں یے جواہر دریا کو میں بلو کر

یہ متن نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق ہے ورنہ آسی کے یہاں 'یے جواہر و دریا' کتابت ہوئی ہے۔

اسی طرح ایک اور کم معروف لفظ 'ملالت' کو طبع دوم اور آسی دونوں نے 'ملامت' درج کیا ہے۔

؎ گوندھے گئے سو تازہ رہے، جو سبد میں تھے سو ملالت سے
سوکھ کے کانٹا پھول ہوئے وے اُس کے گلے کے ہار بغیر

اِسی ردیف میں دیوان ششم کا شعر بھی آسی کے یہاں سمجھ نہیں آ سکتا

؎ الفت کی کلفتوں میں معلوم ہے ہوئی وہ   تھا اعتمادِ کُلی تاب و تواں کے اوپر

Scanned by CamScanner

نسخۂ مجلس میں بھی مصرع اول اسی طرح غلط درج ہے، البتہ دوسرے مصرع میں 'اعتاذ' کو 'اعماذ' درج کرنا خود اُن کے کاتب کا کمال ہے، مصرع اولیٰ کا درست متن نسخۂ کالج میں یوں ہے 'الفت کی کلفتوں میں معلوم بھی ہوئی نہ'، دیوان اوّل میں ردیف 'ز' کا ایک مطلع ہے

خبط کرتا نہیں کنارہ ہنوز
ہے گریبان پارہ پارہ ہنوز

نول کشور دوم اور نسخۂ کالج دونوں میں 'خبط' درست درج ہے جب کہ آسی کے یہاں 'ضبط' ہے غلطی کی نوعیت گمراہ کن ہے کہ کوئی مبتدی قاری اِسے درست بھی سمجھ سکتا ہے۔

میؔر کو طفلانِ نہ بازار میں
دیکھو شاید ہو وہیں وہ دل فروش

آسی کے ساتھ ساتھ مجلس کے یہاں بھی 'میرکو' کی جگہ 'میرتو' ہے جس کا یہ محل نہیں، اس لیے قیاسی طور پر 'کو' کیا تاکہ مصرع بامعنی ہو کر دوسرے مصرع سے مربوط ہو سکے۔ ایک اور مصرع میں 'ٹک' کی جگہ 'ملک' درج کر کے کتابت کی پیدا کردہ لغویت کا مظاہرہ یوں ہوا 'ٹک کان ہی رکھا کرو فریاد کی طرف'۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم کے متن کی بظاہر تصحیح، آسی یا اُن کے کاتب نے یوں فرمائی

کیا ڈبایا محیط میں غم کے
ہم نے جانا تھا آشنا ہے عشق

آسی کے یہاں 'ڈبایا' کو 'دبایا' درج کیا گیا ہے۔ 'اب خاک برابر ہوئے ہموار ہیں ہم لوگ' آسی کے یہاں 'اب' کی جگہ 'اک' درج ہوا ہے۔ کتابت کی اغلاط کبھی کبھی معنی کی ایک بالکل ہی نئی جہت کی طرف اشارہ کرتی ہیں

بھلا تم نقدِ دل لے کر ہمیں دشمن گنو اب تو
کبھو کچھ ہم بھی کر لیں گے حسابِ دوستاں در دل

آسی نے 'حسابِ دوشاں' درج فرمایا ہے۔ ایک مصرع دیکھیے 'کیا جانے جی نے چھاتی پہ پھر کر نہ کھائے گل'، مصرع میں 'جی' کی جگہ 'جن' درج کرنے تک معانی پیدا نہیں ہوتے۔ ایک اور مصرع یوں درج ہوا 'دل لوٹنے پہ مرغِ چمن کے نہ کی نظر'، یہاں واضح طور پر 'ٹوٹنے' درج ہونا چاہیے۔ ذیل کا شعر بھی نسخۂ کالج کے متن سے درست کیا گیا ہے

بلا ہے سوز سینہ میر ہُوں ہو جائے گی جل کر
اگر دل سے اُٹھی تیرے یہ آہِ سرد کیا حاصل

Scanned by CamScanner

آسی اور ہمنواؤں کے یہاں مصرع اوّل میں 'لوں' کی جگہ 'یوں' اور مصرع ثانی میں 'اُٹھی' کی بجائے 'اُٹھے' درج ہے۔ اختلاف نسخ کی ایک اور صورت آسی اور نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں اس شعر میں ملتی ہے

ے کب آگے کوئی مرتا تھا کسی پر جہاں میں رکھ گئے رسمِ وفا ہم

آسی نے 'رکھ گئے' کی جگہ 'کر گئے' درج کیا جو اگرچہ غلط نہیں لیکن قدیم نسخوں کا متن زیادہ بہتر ہے، 'جو رہے یوں ہی غم کے مارے ہم' آسی کے یہاں 'ہی' کی جگہ 'ہیں' لکھا گیا جو درست نہیں۔ دیوان چہارم کے اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک غلطی پائی گئی ہے

ے اس سے زیادہ ہوتا نہ ہوگا دنیا میں بھی مچلا پن

سون کسے بیٹھے رہتے ہو، حال ہمارا سن کر تم

آسی کے یہاں 'مچلا پن' کی جگہ 'نچلا پن' اور دوسرے مصرع میں 'سون کسے' کے بدلے 'سون کے' درج ہوئے ہیں۔ 'یہ سنا تھا میرؔ ہم نے کہ فسانہ خواب لا ہے'۔ آسی نے 'خواب لائے' درج کیا، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'خواب لا' ہی ہے، کسی نے 'خواب زا' بھی درج کیا ہے۔ تاہم میرؔ کا یہ متن ماہرین میں متنازعہ ہے، اس لفظ کی مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو، شعر شور انگیز، جلد سوم، ص 141۔ آسی، عبادت اور مجلس میں اس شعر کا متن اہم غلطی کے سبب نا قابل فہم ہو کر رہ گیا ہے

ے مجلسِ حال میں موزون حرکت شیخ کی دیکھ غیر شرعی بھی دمِ رقص مزا کرتے ہیں

میر نے متعدد مرتبہ 'حیز شرعی'، 'شرعی مخنث' کے معنی میں استعمال کیا ہے، گو ماہرین لغت اِس لفظ کا درست املا ہائے ہنوز کے ساتھ یعنی 'ہیز' قرار دیتے ہیں۔ اِس مصرع میں 'غیر شرعی' کی جگہ اسی لفظ کی ضرورت ہے۔ ذیل کے شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک غلطی ہے

ے ہوائے میکدہ یہ ہے تو فوتِ وقت ہے ظلم نماز چھوڑ دیں اب کوئی دن گناہ کریں

مذکورہ متن کالج اور طبع دوم، سوم کے مطابق ہے۔ آسی کے یہاں مصرع اول میں 'وقت سے ظلم' اور مصرع ثانی میں 'دن' کی جگہ 'اور' درج ہوئے ہیں، یوں دوسرا مصرع موزوں بھی نہیں رہا۔ ایک اور شعر دیکھیے

Scanned by CamScanner

کرتا ہے ابر دعویٰ دریا دلی عبث
دامن نہیں مرا تو ، تری آستیں نہیں

آسی اور مجلس میں 'تری' ہی مذکور ہے جو ادائے معنی کے لیے کافی ہے۔ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'مری' ہے جس کے بعد شعر آئینہ ہو جاتا ہے۔ 'یہ درد اُس کے یوں کہ کروں دل نشیں کہ آہ' آسی کے یہاں 'آہ' کی جگہ 'آو' غلط محض ہے، باقی نسخوں میں درست متن درج ہے۔ دیوان اول کے ایک معروف مطلع کا متن نول کشور دوم، سوم اور تبعیت میں آسی و عبادت میں یوں درج ہے

وعدے کو یار آگے معیوب کر چکے ہیں
اس ریختے کو ورنہ ہم خوب کر چکے ہیں

نسخۂ کالج میں 'وعدے' کی جگہ 'دعوے' ہے اور یہ درست بھی ہے۔ چند غزلوں کے بعد ایک شعر کو آسی کے کاتب نے یوں ملیا میٹ کر رکھا ہے

بخت سیہ تو دیکھو کہ ہم خاک میں ملے
سرمے کی جا ہوئے تری چشم سیاہ میں

دوسرا مصرع نسخۂ کالج میں درست ہے 'سرمے کی جائے ہو تری چشم سیاہ میں'۔ اسی طرح اس شعر کے مصرع اول میں خرابی متن کی صورت ملاحظہ ہو

یہ جو سر کھینچے قیامت ہے
دل کو ہم پامال رکھتے ہیں

جب کہ نول کشور دوم، سوم میں درست متن درج ہے جو یہ ہے 'یہ جو سر کھینچے تو قیامت ہے'۔ اس امر پر خوشی ہوتی ہے کہ ایک نہایت معروف غزل کا یہ مصرع آسی کے متن کے ساتھ رائج نہیں ہوا 'رکھتی ہے مجھے خواہش دل بس کہ پریشاں'، آسی کے نسخے میں 'بس کہ' کی جگہ 'بلکہ' کتابت ملتی ہے۔ میر کا یہ شعر نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم، ص184 میں یوں درج ہے

اگر جان آنکھوں میں اُس بن ہے پر ہم
ابھی اور بھی کوئی دم دیکھتے ہیں

آسی نے مصرع اول میں 'پر' کی جگہ 'تو' درج کیا۔ سرسری خواندگی میں آسی کا متن درست لگتا ہے لیکن تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میر نے 'اگر' کو 'اگرچہ' کے معنی میں (بہت سی اور جگہوں کی طرح) باندھا ہے۔ اس طرح 'پر' 'لیکن' کے معنی میں یہاں شعر کے مفہوم کے عین مطابق ہے۔ درج ذیل شعر میں آسی کے یہاں 'پیے' کی جگہ 'پئے' (برائے، کے لیے) درج ہوا، جو یہاں کارآمد نہیں، شعر یوں ہے

Scanned by CamScanner

سر شک سرخ کو جاتا ہوں جو پیے ہر دم
لہو کا پیاسا علی الاتصال اپنا ہوں

ایک اور شعر میں کتابت کی ذرا سی غلطی نے شعر کو غلط تر کرنے میں کامیاب کردار ادا کیا

باغباں باغ اجارے ہی اگر دینا تھا
تھے زرِ داغ سے ہم بھی تو خریدارِ چمن

آسی کے یہاں 'اجارے' کی جگہ 'اُجاڑے' درج ہوا ہے۔ ایک اور خوب صورت شعر کا متن ملاحظہ ہو

حاصل ہے کیا سوائے تر آنے کے دہر میں
اُٹھ آسماں تلے سے کہ شبنم بہت ہے یاں

آسی نے 'تر آنے' ایسے میرؔ کے محبوب لفظ کو 'ترائی' درج کر کے مفہوم غتربود کر دیا ہے۔ 'دیکھ کر خوں خوار سج اُس کی، خطر آیا ہمیں' آسی نے طبع دوم، سوم کی تبعیت میں 'نظر آیا ہمیں' درج کیا جو نسخہ کالج کے متن سے مختلف بھی ہے اور غلط بھی۔ 'پیری سے جھکتے جھکتے، پہنچا ہوں خاک تک میں' کو آسی نے ص 300 اور عبادت نے ص 462 پر 'جھلتے جھلتے' درج کیا ہے۔ 'کلیاتِ میرؔ' مرتبہ عبادت بریلوی میں ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں آسی کی کسی غلطی کی تصحیح کی گئی ہو، چونکہ عبادت صاحب کے کاتب نے آسی کے نسخے کی من و عن نقل تیار کی ہے اس لیے اُن تمام اغلاط کا در آنا لازمی تھا جو آسی کے متن میں تھیں، البتہ جو غلطیاں خود اِس نسخے کے کاتب نے کی، وہ اِن پر مستزاد ہیں۔

دیوان دوم کا یہ شعر ملاحظہ ہو

شبیہ شکل سا ہے حال، ضبطِ عشق کے بیچ
کہ رنگ روپ ہے سب کچھ ولیک بے جاں ہے

آسی اور عبادت و مجلس کے یہاں 'شکل سے ہے' درج ہوا ہے، یہاں 'سا' کی قیاسی تصحیح کے بغیر معنی برآمد نہیں ہوتے اس کے علاوہ آسی و مقلدین نے 'حالِ ضبطِ عشق' یعنی غلط اضافت سے مصرع کو بالکل ہی ناکام و بے گانۂ معنی کر کے رکھ دیا ہے۔ ایسی ہی صریح غلط اضافت اِسی غزل کے مطلع کے مصرع اولیٰ میں 'ابر' کے نیچے درج کی ہے 'اگرچہ اب کے ہم اے ابرِ خشک مژگاں ہیں' حالاں کہ 'خشک'، 'مژگاں' کو کہا ہے نہ کہ 'ابر' کو۔ مزید لطف یہ کہ دو غیر ضروری اضافتیں بھی اسی غزل کے دو مصرعوں میں درج ہیں، تو اِسی غزل کے مقطع میں دو ضروری اضافتوں کو 'حذف' بھی فرمایا گیا

جو ابر دشت میں برسے تو ہم اُڑا دیں خاک
وہ میرِ آب ہے ہم یاں کے میرِ ساماں ہیں

آسی و مجلس میں 'میر آب' اور 'میر ساماں' درج ہوئے، جب کہ یہاں زیر کسرہ کے بغیر مفہوم ہی

Scanned by CamScanner

برآمد نہیں ہوتا۔ایک عربی کہاوت ہے کہ 'رات کے پیٹ میں دن کا حمل ہوتا ہے' یعنی صبح کیا ہو، خود صبح کیسی ہو، یہ کسی کو معلوم نہیں ہوتا، میرؔ نے اس محاورے کو اپنے اشعار میں تین مرتبہ (کم از کم) استعمال کیا، نہیں معلوم نسخۂ آسی، عبادت، مجلس کے مرتبین میں سے ایک نے بھی اس کہاوت سے آگاہی کا مظاہرہ نہیں کیا اور درج ذیل شعر کا قافیہ 'حائل' باندھا جب کہ ایک شعر قبل یہ قافیہ بندھ چکا ہے۔شعر ہے

؎ آج کیا فردائے محشر کا ہراس صبح دیکھیں کیا ہو، شب حامل ہے میاں

اسی طرح ایک اور مصرع ہے جو عجیب وغریب متن کا حامل ہے، آسی ص 419 'حسن اک چیز ہے ہو دین کہ تو ہو ناصح' مصرع کی درست صورت یوں ہے 'حسن اک چیز ہے ہم ہوویں کہ تو ہو ناصح'۔ متن کی ایک اور فاحش غلطی کی شکل ملاحظہ ہو 'ایک سوال میں دو عالم دیں، ان سے دل کے تنگ نہیں' نسخۂ کالج اور طبع دوم میں درست مصرع یوں ہے '۔۔۔ اتنے دل کے تنگ نہیں'۔ اسی طرح ایک اور مصرع ہے 'بولیں کیا اہل نظر خاموش ہیں حیرت سے یاں'، آسی، عبادت اور مجلس میں 'حیرت' کی جگہ 'حسرت' درج ہوا ہے۔دیوان پنجم کا ایک شعر ہے

؎ باتیں کڈھب رقیب کی ساری ہوئیں قبول مجھ کو جو اُن سے عشق تھا میری نہ مانیاں

یہ متن نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق ہے، آسی کے کلیات میرؔ میں مصرع ثانی میں 'مجھ کو' کی جگہ 'تجھ کو' ہے، جو غلط ہے۔

؎ درویش جو ہوئے تو گیا اعتبار سب اب قابل اعتماد کے قول وقسم نہیں

آسی کے کلیات ص 588 پر 'گیا اعتبار سب' درج ہے جو درست نہیں۔زیر، زبر، پیش کی اغلاط میں سے ایک یہ بھی قابلِ ذکر ہے، اسی صفحے پر مقطع ہے

؎ کہنے لگا کہ میرؔ تمھیں بیچوں گا کہیں تم دیکھیو نہ کہیو، غلام اِس کے ہم نہیں

آسی کے یہاں بہ صراحت ضم 'غلام اُس کے' درج ہوا ہے۔'میرے' کی جگہ 'میر' اور 'میر' کی جگہ 'میرے' کی غلطی کلیاتِ میرؔ میں کئی ایک مقامات پر مشاہدہ ہوئی ہے۔مثال کے طور پر آسی کے نسخے میں ص 589 پر 'میر' درج ہوا جب کہ درست متن 'میرے' ہے

Scanned by CamScanner

رونا روزِ شمار کا مجھ کو آٹھ پہر اب رہتا ہے
یعنی میرے گناہوں کو کچھ حصر و حدو حساب نہیں

ایک اور سہو جو بظاہر کتابت کا ہے، ملاحظہ ہو

عشق میں ہم سے تم سے کھپیں تو کھپ جاویں، غم کس کو ہے
مارے گئے ہیں اس میداں میں، کیا دل والے جگر داراں

آسی کے یہاں 'کھپیں' کی جگہ 'کہیں' درج ہے۔

گم ہوا ہوں یاں سے جا کر میں جہاں
کچھ نہیں پیدا کہیں میرا نشاں

مصرع ثانی میں 'کہیں' طبع دوم کے مطابق بہتر ہے، آسی کے متن میں 'کہاں' ہے، 'وہاں' ہوتو سب سے بہتر ہو لیکن اس کی سند کسی نسخے سے میسر نہیں۔ ایک اور مصرع دیوان اول سے ہے 'قد قامت یہ کچھ ہے تمہارا، لیکن قہر قیامت ہو' نسخۂ آسی میں 'قد قامت پر کچھ ہے' سے مصرع بے معنی ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح ایک مصرع میں واؤ عاطفہ حذف کرنے سے ہی مصرع ترسیل معنی کے قابل نہیں رہا

دشمن تو اک طرف، کہ سبب رشک کا ہے یاں
در کا شگاف و رخنۂ دیوار کیوں نہ ہو

آسی کے کلیاتِ میرؔ میں 'در کا شگاف' اور 'رخنۂ دیوار' ایک ہی لگتے ہیں کہ درمیان میں واؤ عطف درج نہ ہو سکا۔ ایک اور شعر ملاحظہ ہو

ہر دم کی تازہ مرگِ جدائی سے تنگ ہوں
ہونا جو کچھ ہے آہ سو یک بار کیوں نہ ہو

یہ متن نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے ورنہ آسی کے یہاں 'ہونا جو کچھ ہو آہ۔۔۔' بہت سی اغلاط جب نول کشور سوم اور آسی کے یہاں مشترک دکھائی دیتی ہیں تو یہی گمان گزرتا ہے کہ آسی کا متن صرف اور صرف طبع سوم پر منحصر ہے مثال کے طور پر دیوان اول کا ہی ایک معروف شعر ان دونوں نسخوں (آسی کے یہاں ص 132) میں یوں مندرج ہے

خالی نہیں غزل کوئی دیوان سے مرے
افسانہ عشق کا ہے یہ مشہور کیوں نہ ہو

طبع دوم اور نسخۂ کالج میں 'غزل' کی جگہ 'بغل' ہے اور یہی درست بھی ہے۔ ایک خوب صورت مصرع کا حلیہ متن کی خرابی نے آسی کے ص 133 پر یوں بگاڑا ہے 'بلا ہے چشم تر انشا کے راز کرنے کو'

Scanned by CamScanner

حالاں کہ درست مصرع ہے 'بلا ہے چشمِ تر افشائے راز کرنے کو'۔

ے کیا پھرے وہ وطن آوارہ گیا اب سو ہی   دلِ گم کردہ کی کچھ خیر خبر مت پوچھو

مصرع اوّل میں 'گیا اب سو ہی' غلط ہے اور صرف آسی نے درج کیا ہے۔ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم میں 'گیا اب سو گیا' درست اور بہتر متن ہے۔ دیوان دوم کے ایک شعر میں آسی صاحب کے کاتب نے شعر کا قافیہ ہی بدل دیا، مضمونِ شعر کے مطابق 'بٹھاتے' قافیہ ہے جب کہ آسی کے یہاں 'بلاتے' درج ہوا ہے، ص312۔ شعر ہے

ے آوارہ اُسے پھرتے پھر برسوں گزرتے ہیں   تم جس کسو کو اپنے ٹک پاس بٹھاتے ہو

آسی کے متن میں ایک اور اختلاف، نسخۂ کالج کے متن سے، نہایت اہم ہے لیکن یہ اختلاف کتابت کا پیدا کردہ نہیں بلکہ نول کشور دوم، سوم میں بھی 'نکلے جور ہو' درج ہوا ہے، حالاں کہ یہاں ضرورت 'نچلے جور ہو' کی ہے اور یہ متن نسخۂ کالج میں مندرج بھی ہے، شعر ہے

ے ٹھہراؤ تم کو شوخی سے جوں برق ٹک نہیں   ٹھہرے تو ٹھہرے دل بھی مرا نچلے جور ہو

ایک اور مصرع میں واؤ عاطفہ حذف ہونے سے وزن اور معنی دونوں خلل پذیر ہوئے ہیں 'خالِ سیاہ و خطِ سیاہ، ایمان و دل کے رہزن تھے'، اس مصرع میں 'خال سیاہ' کے بعد واؤ آسی کے کاتب نے درج نہیں کیا۔ کاتب نے ایک مصرع میں فقط اتنا کیا کہ الف کو ممدودہ درج کر دیا اور یوں 'دیدہ درائی' کا محاورہ الگ الگ تین الفاظ (بے معنی) میں بدل گیا یعنی 'دیدہ در آئی' ہو گیا، شعر دیوان سوم کا ہے

ے چشم پوشی کا مری جان تمھیں لپکا ہے   کھاتے ہو دیدہ درائی سے قسم کا ہے کو

اسی دیوان اور ردیف میں ایک مقطع آسی کے ساتھ ساتھ مجلس نے بھی تقلیدِ محض کے نتیجہ میں یوں درج کیا ہے۔

ے میر مل کے بہت خوش ہوئے تم سے پیارے   اس خرابے میں مری جان تم آباد رہو

'میر مل کے' درست نہیں بلکہ 'میر ہم مل کے' درست ہے۔ شعر شور انگیز کے انتخاب میں یہ شعر شامل ہے، جلد سوم، ص540 پر مصرع اول میں 'پیارے' کی جگہ 'سارے' درج ہوا، اس سے آسی کا

Scanned by CamScanner

'پیارے' زیادہ مطابق مضمونِ شعر ہے۔ اگرچہ مجلس کے مرتب کا کہنا ہے کہ اُن کا متن بنیادی طور پر نسخۂ آسی پر مبنی ہے لیکن بہت سے مقامات پر جہاں نسخۂ مجلس کا متن درست اور آسی کے یہاں متن واضح طور پر غلط ہے، وہاں بھی مرتب نسخۂ مجلس نے اختلاف نسخ کی نشان دہی نہیں کی۔ مثال کے طور پر نسخۂ مجلس میں یہ مصرع درست درج ہے 'آج ہمارا سر دکھتا ہے، صندل کا بھی نام نہ لو' آسی کے نسخے میں ہے 'آج ہمارا سر دکھتا ہے' ظاہر ہے یہ غلط ہے۔ تمام نول کشوری نسخوں بشمول آسی میں ایک غلطی نہایت عجیب سی ہے کہ غزل کی ردیف 'دونوں' بہ اعلان نون غنہ درجِ متن ہوئی ہے لیکن اس غزل کا اندراج ردیف و میں کیا گیا ہے، دیوان چہارم کی اِس غزل کا مطلع ہے

؎ کیا کیا جھمک گئے ہیں رخسار یار دونو رہ رہ گئے مہ و خور، آئینہ دار دونو

ایک اور غلطی جس میں مجلس کا متن درست اور آسی کا واضح طور پر غلط ہے، مرتب نسخۂ مجلس نے اختلاف متن درج نہیں کیا، مصرع ہے 'ایک دم اُس بے چشم و رُو کی تیغ تلے بھی جا بیٹھو' آسی کے یہاں 'بے چشم ورُو' کی جگہ 'بے چشم درد' درج ہوا ہے، ص نمبر 510 پر۔ دیوان پنجم ردیف و میں دو جگہ 'شملے' کے ساتھ 'تحقیقی' کا لفظ ہے جب کہ پگڑی کے متعلقات میں لفظ 'تخفیفی'، ہلکی پھلکی، رات کو سوتے وقت پہنی جانے والی پگڑی کے معنوں میں لغات میں درج ہے، زیر نظر شعر میں مصرع اول میں 'تحقیقی' تمام نسخوں کی مشترک غلطی ہے لیکن آسی اور مجلس نے دوسرا مصرع نہایت مضحکہ خیز متن کے ساتھ اندراج کیا ہے وہاں 'شیخوں کی گالیوں میں' درج ہے اصل میں شعر نسخۂ کالج کے ص 676 اور نول کشور طبع دوم کے ص 408 کے مطابق یوں ہے

؎ تخفیفی شملے پیرہن و کنگھی اور کلاہ شیخوں کی گاہ اِن میں کرامات ہو تو ہو

دیوان دوم کی ردیف ہ میں درج شعر کے مصرع ثانی میں آسی کے متن میں دو لفظ غلط ہوئے ہیں۔ شعر ہے

؎ اِک اُس مغل بچے کو وعدہ وفا نہ کرنا کچھ جا کہیں تو کرنا آرے بلے ہمیشہ

آسی کے کلیاتِ میر میں 'کرنا' کو 'کرتا' لکھا گیا ہے۔ 'آرے بلے' (حیلے، بہانے) کی جگہ 'آرے بے' درج ہے، اس متن کے ساتھ شعر معنی سے بے گانہ ہوگیا ہے۔ 'شاہد عادل عشق کے دونوں پاس

Scanned by CamScanner

ہی حاضر ہیں یعنی، یہ مصرع نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق ہے جب کہ آسی کے یہاں مصرع سرے سے مختلف اور بے معنی متن کا حامل ہے 'شاہد عاشق کے دل دونوں ۔۔۔' ایک اور مصرع بظاہر معمولی سی کتابت کی غلطی کے باعث آسی کے متن میں نہایت مضحکہ خیز معنی کا حامل یوں ہوا ہے 'آنا اُس کا ظاہر ہے پژمردہ لایا پان نہ کرو' جب کہ یہ شعر یوں ہے

آنا اُس کا ظاہر ہے پر مژدہ لایا یاں نہ کرو
جی ہی نکل جاوے گا اپنا یوں ہی ذوقِ خبر کے ساتھ

ایک اور شعر دیوان ششم کا نسخۂ کالج ص 748 اور طبع دوم ص 451 پر اس متن کے ساتھ ہے

کام اُس سے، پکڑ کمر نہ لیا
ہیچ کارہ بھی ہے یہ ناکارہ

آسی اور مجلس کے متن میں 'یہ' کی جگہ 'وہ' درج ہے، جو اس لیے درست نہیں کہ 'یہ' کا مرجع شعر میں 'عاشق' ہے جب کہ 'وہ' کا مخاطب کوئی معشوق ہوگا جو شعر کے مفہوم کے مطابق درست نہیں۔ آسی اور پیرو کار نسخۂ مجلس کی ایک اور غلطی اور اس کے سبب متن کی بے معنویت کا اندازہ قائم کرنے کے لیے یہ شعر دیکھیے

تنگ تو لطف سے کچھ کہہ کہ جاں بلب ہوں میں
رہی ہے بات مری جان اب کوئی دم کی

مذکورہ دونوں نسخوں میں مصرع ثانی یوں ہے 'رہی ہے بات مری جاں بہ لب کوئی دم کی'۔ ذیل کا شعر بھی آسی کے نسخہ میں معنی سپرد کرنے پر تیار نہیں

ڈر مجھ نفس سے غیر کہ پھر جی ہی سے گیا
دل کو کسو ستم زدہ کی بد دعا لگی

نہ جانے مصرع ثانی میں 'دل' کہاں سے درج کیا گیا جب کہ نول کشور دوم، سوم میں 'جس' ہے، جس کے بعد مصرع اور شعر بامعنی ہو جاتے ہیں۔ میر کے دیوان اوّل ردیف 'ی' کے ایک دو غزلے کے سلسلے میں آسی نے ایک بار پھر وہی غلطی دہرائی جو دیوان اوّل کی ردیف الف میں ایک سہ غزلے میں کی گئی ہے، پہلی غزل کا آخری شعر ہے

ہے جی میں غزل در غزل اے طبع یہ کہیے
شاید کہ نظیری کے بھی عہدے سے برآوے

Scanned by CamScanner

آسی نے اس آخری شعر کو دوسری غزل کا مطلع قرار دے کر درج کیا جب کہ اُس غزل کا مطلع اصل میں میرؔ کا یہ معروف شعر ہے

؎ جب نام ترا لیجیے تب چشم بھر آوے　　اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے

ایک اور مصرع میں 'بارے' کی جگہ، طبع سوم کی پیروی میں آسی کے یہاں 'مارے' درج ہوا، غلطی کی یہ نوعیت ایسی ہے جو عام قاری کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہے۔ نسخۂ کالج کے ص 213 پر شعر درست درج ہے

؎ پھرتے پھرتے عاقبت آنکھیں ہماری مند گئیں　　سو گئے، بے ہوش تھے ہم راہ کے بارے ہوئے

اسی طرح آسی کے کلیات ص 183 پر اس مطلع کے مصرع ثانی میں 'جلوہ' کی جگہ 'جادا' درج ہوا ہے۔ جب تک کہ ترا گزر نہ ہووے جلوہ مری گور پر نہ ہووے دیوان اول ہی کی ایک اور غلطی ایسی ہے جس پر سے نگاہ پھسل سکتی ہے، اگر غائر نہ ہو!

؎ وہ آنکھیں پھیرے ہی لیتا ہے، دیکھیے کیا ہو　　معاملت ہے ہمیں دل کی، بے مروت سے

آسی کے متن میں مصرع اول کے 'دیکھیے' کی جگہ 'دیکھتے کیا ہو' درج ہے، جس کی مطابقت مفہومِ شعر سے نہیں ہے۔ ایسی ہی ایک اور غلطی اِس شعر میں مشاہدہ کیجیے

؎ دل کش یہ منزل آخر دیکھا تو راہ نکلی　　سب یار جا چکے تھے، آئے جو ہم سفر سے

نسخۂ آسی ص 190 پر 'راہ نکلی' کی جگہ 'آہ نکلی' درج ہے جو بظاہر درست لگتا ہے لیکن نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'راہ نکلی'، 'منزل' کے حوالے سے ہے اور درست ہے۔ ایک اور غلطی جس کا مظاہرہ نسخۂ آسی میں متعدد مرتبہ ہوا کہ ایک ہی زمین کی غزلوں میں آخری شعر کو اگلی غزل کے مطلع کے طور پر درج کرتے ہیں۔ یہی کچھ اس شعر کے ساتھ ہوا، حالانکہ مطلع کی جگہ مطلع کی ہیئت کا حامل شعر درج ہونا لازمی ہے۔

؎ تغیر قافیہ سے یہ طرحی غزل کہوں　　تا جس میں زور کچھ تو طبیعت کا چل سکے

نول کشور سوم اور تتبع میں آسی کے یہاں میرؔ کا ایک نہایت معروف مقطع ایک اختلاف کے ساتھ ملتا ہے

Scanned by CamScanner

طرف ہونا مرا مشکل ہے میرؔ اس شعر کے فن میں
یوں ہی سودا کبھو ہوتا ہے سو جاہل ہے کیا جانے

مذکورہ نسخوں میں 'فن میں' کی جگہ 'فن سے' درج ہے، ہم نے نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق متن اختیار کیا ہے۔ ایک شعر میں 'سپہر' کی جگہ 'اسیر' درج ہوا، کتابت کی اس غلطی کی تصحیح نہیں ہو سکی، شعر ہے

لوٹوں ہوں جیسے خاک چمن پر میں اے سپہر　　گل کو بھی میری خاک پہ دوں ہی لٹائیے

ایک اور مصرع میں 'کہوں' کو 'کہاں' درج کیا ہے جب کہ طبع دوم، سوم میں مصرع درست درج ہوا ہے

دل کا جانا آج کل تازہ ہوا ہو تو کہوں　　گزرے اس بھی سانحے کو ہم نشیں مدت ہوئی

اس مصرع کے متن میں بھی آسی نے نول کشور دوم، سوم سے فرق متن اختیار کیا، اُن نسخوں میں معنی مصرع کے مطابق لفظ 'چپکی' ہے جب کہ آسی اور عبادت کے یہاں 'جھپکی' درج ہوئے ہیں۔ شعر دیوان دوم کا یوں ہے

چپکی ہے مری آنکھ لبِ لعلِ بتاں سے　　اس بات کے تئیں جانتی ہے ساری خدائی

آسی کے کلیات ص 332 پر ایک لفظ 'دلوں' درجِ مصرع ہوا جب کہ مصرع کے دوسرے حصے میں 'شبوں' کے حوالے سے یہاں 'دنوں' کا محل ہے، نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں درست متن ہے جو یوں ہے

بے تابی ہے دنوں کو، بے خوابی ہے شبوں کو　　آرام و صبر دونوں، مدت ہوئی سدھارے

آسی کے یہاں اسی دیوان کے ایک شعر کے دونوں مصرعے غلط درج ہوئے، مصرع اولیٰ میں 'اوپر' کی جگہ حرف 'پر' درج ہوا، جو با اعتبار معنی تو درست ہے لیکن مصرع ساقط الوزن ہو گیا ہے۔ دوسرے مصرع میں 'روزِ شمار' کی رعایت سے میرؔ نے 'حرفِ حسابی' تحریر کیا لیکن آسی کے یہاں یہ 'حرفِ شتابی' کی صورت اختیار کر گیا۔ شعر ہے

یہ جھگڑا، تنگ آ کر، میں رکھا روزِ شمار اوپر　　کروں کیا تم تو لڑنے لگتے ہو حرفِ حسابی سے

اسی دیوان کے ایک اور شعر میں آسی کے یہاں دونوں مصرعوں میں ایک ایک غلطی ہونے پر شعر

Scanned by CamScanner

بے معنی ہو گیا۔

کسے ہیں بند اُن نے کیسے ، کس درویش سے ملیے
جو ایسے سخت عقدوں کی طلب کر یے کشاد اُس سے

مصرع اول میں 'کسے' نول کشور دوم، سوم کے مطابق ہے، آسی کے نسخے میں 'کے' ہے شاید 'کیسے' ہو جسے کاتب نے غلط درج کیا ہو، مصرع ثانی میں 'کشاد' کی جگہ 'تو شاذ' البتہ درست نہیں ہے۔ ایک بہت خوب شعر میں کتابت کی ادنیٰ غلطی بھی نہایت بدنما دکھائی دیتی ہے، ذیل کے شعر میں آسی کے متن میں بے احتیاطی کے سبب 'اپنے' کی بجائے 'اپنا' کتابت ہوئی ہے

رہنے کی اپنے جا تو، نے دیر ہے نہ کعبہ
اُٹھیے جو اُس کے در سے تو ہو جیے کدھر کے

ایک اور شعر میں آسی صاحب نے متن کی غلطی فرمائی جب کہ فائق صاحب نے حاشیے میں غلط کو درست اور درست کو غلط متن قرار دے کر اپنی شعر فہمی کو معرضِ شک میں ڈالا، پہلے شعر دیکھ لیجیے

پس جائیں یار آنکھ تری سرمگیں پڑے
دل خوں ہو، تیرے پاؤں میں پھر کر حنا لگے

آسی کی غلطی مصرع اول میں 'سرمگیں' کی جگہ 'سرمہ پڑ' درج ہوا ہے۔ نول کشور دوم، سوم میں متن درست ہے، فائق صاحب نے نسخۂ مجلس کی جلد دوم ص 316 پر یہ حاشیہ درج کیا کہ آسی کے یہاں 'پھر کر' درست نہیں بلکہ نول کشور دوم، سوم میں 'پھر گر' درست ہے حالاں کہ 'پھر کر'، 'دوبارہ' کے معنی میں، کے متن میں درج کرنے سے شعر کا مضمون بہت بہتر اور معنیِ نازک کا حامل ہو جاتا ہے اور اِس متن میں کثرت و پہلوداریِ معنی بھی بہت زیادہ ہے، دونوں مصرعوں میں ربط بڑھ جاتا ہے جب کہ مرتب نسخۂ مجلس کے 'پھر گر' سے دونوں مصرعے الگ الگ مکمل ہوتے اور مضمون شعر بالکل محدود اور عام سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ نول کشور طبع سوم کی ایک اور واضح غلطیِ متن کا آسی کے یہاں جوں کا توں اعادہ اس شعر کے دوسرے مصرع میں ہوا

ترکِ بتاں کا مجھ سے لیتے ہیں قول، یوں ہی
کیا اُن سے ہاتھ اُٹھاؤں، گو اس میں جان جاوے

مذکورہ دونوں نسخوں میں 'جاں نہ جاوے' درج ہے، اِسی طرح درج ذیل شعر کے مصرع اول میں، نسخۂ کالج اور طبع دوم میں 'خاک' ہے جو درست ہے لیکن نول کشور طبع سوم اور آسی کے متن میں

Scanned by CamScanner

'خاک' کی جگہ 'خون' درج ہے

یہ دونوں چشمے خاک سے بھر دوں تو خوب ہے سیلاب میری آنکھوں سے کب تک رواں رہے

ایک اور شعر میں میر نے 'تنگی' کی جمع 'تنگیاں' استعمال کیا، آسی کے کاتب نے اسے 'تنگ یاں' سمجھا اور درج کیا، جس سے معنی میں خلل واقع ہوا

اب حوصلہ کرے ہے ہمارا بھی تنگیاں جانے بھی دو بتوں کے تئیں، کیا خدا ہیں یے

دیوان دوم کی ردیف ی میں دو اشعار کے قطعے کا یہ شعر نہایت معروف ہے، آسی اور مجلس کے یہاں اس کا متن یہ درج ہوا ہے

جائے غیرت ہے خاکدانِ جہاں تو کہاں منہ اُٹھائے جاتا ہے

یہ شعر 'جائے عبرت' کے متن کے ساتھ زبانِ زدعام ہے اور مفہومِ شعر کے اعتبار سے درست بھی 'عبرت' ہی ہے، 'غیرت' کو کتابت کا سہو قرار دیے بنا چارہ نہیں۔ اسی دیوان کے ایک شعر پر آسی نے قیاسی اصلاح دی ہے، درج ذیل شعر کے حاشیے میں رقم کرتے ہیں 'اک آگ لگ رہی ہے' شعر دیکھ کر اندازہ ہو جائے گا کہ میر کا متن ہی بہتر ہے

چھاتی جلا کرے ہے، سوز دروں بلا ہے اک آگ سی رہے ہے کیا جانیے کہ کیا ہے

دیوان دوم کی آخری غزل میں بھی کتابت کی ایک غلطی آسی صاحب کے یہاں ہے ص328 پر شعر کے دوسرے مصرع میں 'زاہد اُنہوں کا' درج ہوا جب کہ نول کشور دوم، سوم کے مطابق شعر کا درست متن حسبِ ذیل ہے

ہے شعبدے کے فن میں کیا دست مے کشوں کا زاہد اُنہوں میں جا کر آدم سے خر بنے ہے

دیوان سوم ردیف 'ی' کی تیسری غزل، متنِ آسی میں سہواً 'جی' کی جگہ 'جس' درج ہوا ہے۔ شعر ہے

سوز دروں سے آگ لگی ہے ہمارے بدن میں تب سی ہے .
طاقت دل کی تمام ہوئی ہے جی کی چال کڈھب سی ہے

ایک اور شعر میں نسخۂ کالج اور دونوں نول کشوری نسخوں میں 'سرو وگل' درج ہے جو بہ اعتبار معنی اور وزن ہر دو طرح درست بھی ہے لیکن آسی کے یہاں واوَ عاطفہ درج نہیں، 'سرو وگل' معنی اور وزن

Scanned by CamScanner